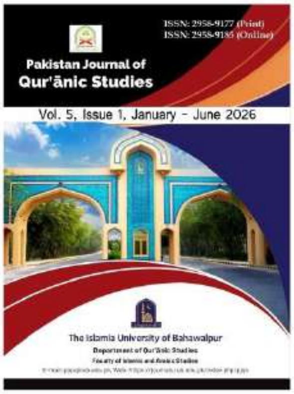

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol. 5, Issue 1, January – June 2026, Page No. 29-44

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/306

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4735

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title **The Interpretation of the Verses Related to the Day of Resurrection and a Comparison of the Stylistic Approaches in Selected Exegeses (Ma‘arif al-Quran, Zia ul Quran, and Tabyan al-Quran).**

Author (s): **Tanzeem Bibi**
PhD Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I Khan, tanzeembibi0332@gmail.com

Dr. Manzoor Ahmad
Associate Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I.Khan, drmanzoor67@yahoo.com.

Received on: 21 may, 2026
Accepted on: 05 June, 2026
Published on: 27 June, 2026

Citation: Tanzeem Bibi and Dr. Manzoor Ahmad. 2026. “ روز_ آخرت سے متعلق آیات : کی تفسیر اور اسلوب منتخب تفاسیر(معارف القرآن،ضیاء القرآن اور تبیان القرآن: میں مذکورہ مباحث کا تقابلی مطالعہ (The Interpretation of the Verses Related to the Day of Resurrection and a Comparison of the Stylistic Approaches in Selected Exegeses (Ma‘arif al-Quran, Zia ul Quran, and Tabyan al-Quran)”. *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 5 (1):29-44. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4735.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

CC BY All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies, Vol. 5, Issue 1, January - June 2026, PP. 29-44

روزِ آخرت سے متعلق آیات کی تفسیر اور اسلوب منتخب تفاسیر (معارف القرآن، ضیاء القرآن اور تبیان القرآن) میں مذکورہ مباحث کا تقابلی مطالعہ

The Interpretation of the Verses Related to the Day of Resurrection and a Comparison of the Stylistic Approaches in Selected Exegeses (Ma'arif al-Quran, Zia ul Quran, and Tabyan al-Quran)

Tanzeem Bibi

PhD Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I Khan,

tanzeembibi0332@gmail.com

Dr. Manzoor Ahmad

Associate Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I.Khan, drmanzoor67@yahoo.com.

Abstract:

The Day of Resurrection (Yawm al-Ākhirah) stands as a central tenet of Islamic faith, and its detailed description in the Qur'an has been interpreted by various exegetes with distinct stylistic and methodological approaches. This study presents a comparative analysis of three renowned Urdu exegeses: Ma'arif al-Quran by Mufti Muhammad Shafi, Zia ul Quran by Pir Karam Shah al-Azhari, and Tabyan al-Quran by Ghulam Rasool Saeedi. It examines how each commentary handles key eschatological themes such as resurrection, reckoning, reward and punishment, heaven and hell and explores the linguistic, theological, and pedagogical styles employed. The research finds that while Ma'arif al-Quran emphasizes juristic and doctrinal precision with reliance on classical sources, Zia ul Quran integrates spiritual and allegorical dimensions, and Tabyan al-Quran adopts a practical, reform-oriented tone aimed at common readers. The comparative analysis highlights divergent interpretive emphases and sheds light on how textual features shape the reader's understanding of the afterlife. The study contributes to a deeper appreciation of modern Qur'anic hermeneutics in the Urdu tradition.

Keywords: *Day of Resurrection, Qur'anic Exegesis, Ma'arif al-Quran, Zia ul Quran, Tabyan al-Quran, Comparative Tafsir, Eschatology, Stylistic Analysis.*

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4735

تمہید:

قرآن مجید میں آخرت، قیامت، حساب، کتاب، جزا و سزا، جنت و جہنم کے منظر نامے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان کا ایمان اور عمل دونوں مرتب ہوں۔ روزِ آخرت سے متعلق آیات نے صدیوں سے مفسرین کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے، اور ہر مفسر نے اپنے اسلوب، مسلک، اور عصری ضروریات کے مطابق ان آیات کی تشریح کی ہے۔ اردو تفسیری روایت میں مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کی "معارف القرآن"، پیر کرم شاہ الازہری کی "ضیاء القرآن"، اور مولانا غلام رسول سعیدی کی "تبیان القرآن" کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ تینوں تفاسیر مختلف زاویوں سے قرآن فہمی کا ذریعہ بنی ہیں۔ "معارف القرآن" اپنے فقہی اور تحقیقی اسلوب کے لیے معروف ہے، "ضیاء القرآن" میں روحانی اور صوفیانہ پہلوؤں کو فروغ دیا گیا ہے، جبکہ "تبیان القرآن" کا اسلوب سادہ، عام فہم اور اصلاحی ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ روزِ آخرت سے متعلق منتخب آیات کی تفسیر کو ان تینوں تفاسیر کے تناظر میں پیش کیا جائے، ان کے اسالیبِ تفسیر کا تقابلی جائزہ لیا جائے، اور یہ جانچا جائے کہ ہر مفسر نے اخروی مناظر کو پیش کرنے میں کون سے خاص نکات کو اپنایا ہے۔ یہ مطالعہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ کس طرح فقہی، صوفیانہ اور اصلاحی اسالیب میں امتیازات کے باوجود یہ تینوں تفاسیر قرآن کے آخرتی پیغام کو عام فہم بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ذیل میں منتخب اردو تفاسیر معارف القرآن (مفتی محمد شفیع عثمانیؒ)، ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)، اور تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدیؒ) کے مناہج کا تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے گا، خاص طور پر روزِ آخرت سے متعلق آیات کی تفسیر کے اسلوب، اصولوں اور خصوصیات کے حوالے سے۔

اس تقابلی مطالعے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ان تینوں تفاسیر نے روزِ آخرت کے عقائد جیسے قیامت کی ہولناکیاں، حشر، میزان، پل صراط، جنت کی نعمتیں اور جہنم کے عذابات کی تشریح میں کن اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے، متشابہ آیات سے نمٹنے کا طریقہ کار کیا رہا ہے، اور کس حد تک جدید علمی اور فلسفیانہ شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ مطالعہ قرآن کی ان غیبی پیشین گوئیوں کی تعبیر میں اعتدال، علمی دیانت اور فکری بصیرت کی اہمیت کو اجاگر کرے گا، اور قارئین کو ان تینوں عظیم تفاسیر کے منفرد اسلوب کو سمجھنے میں مدد دے گا۔

قیامت کے دن اعمال نامہ پیش کیا جانا:

قرآن کریم میں اخبارِ مستقبل کی ایک ہیبت ناک مثال سورۃ الکہف کی وہ آیت ہے جس میں بتایا گیا کہ قیامت کے روز جب اعمال نامے رکھ دیے جائیں گے، مجرم اپنے کیے پر کانپ رہے ہوں گے اور حسرت و ندامت سے کہیں گے کہ "ہائے افسوس! یہ کیسا اعمال نامہ ہے جس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات باقی نہیں رکھی، سب کو شمار کر لیا ہے۔" یہ ایک ایسی پیشین گوئی ہے جو مستقبل میں یقیناً واقع ہو گی، جس کا مقصد لوگوں کو دنیا میں ہی اپنے اعمال کا حساب کتاب رکھنے کی تنبیہ کرنا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا"[1] قیامت کے دن انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل محفوظ حالت میں اس کے سامنے پیش ہو گا۔ مجرم اپنے گناہوں کو دیکھ کر گھبرا جائیں گے اور اللہ کی عدالت میں کچھ بھی پوشیدہ نہ رہے گا۔ یہ پیشین گوئی قیامت کی ہولناکی اور عدلِ الٰہی کا مظہر ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانیؒ لکھتے ہیں:

" یعنی سب اہل محشر اپنے کئے ہوئے اعمال کو حاضر پائیں گے، اس کا مفہوم عام طور پر مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اپنے کئے ہوئے اعمال کی جزا کو موجود پائیں گے، ہمارے استاذ مولانا سید محمد کشمیریؒ فرماتے تھے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ بے شمار احادیث شاہد ہیں کہ یہی اعمال دنیا و آخرت کی جزا و سزا بن جائیں گے۔ برے اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بنیں گے جبکہ نیک اعمال قبر اور محشر میں راحت وانسیت کا سبب ہوں گے۔ قرآن نے یتیم کا مال ناحق کھانے کو آگ کہا، حقیقت یہ ہے کہ وہ فی الواقع آگ ہی ہے لیکن اس کے آثار کا ادراک آخرت میں ہو گا۔ حاصل یہ کہ انسان کے اعمال ہی قیامت میں اس کی جزا و سزا بن جائیں گے۔"[2]

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ (ضیاء القرآن) بیان فرماتے ہیں:

"سب مخلوق صفیں باندھے سر جھکائے حاضر بارگاہ اقدس ہو گی۔ دنیا میں عمر بھر جو لوگ قیامت کا انکار کرتے رہے اور فلسفہ بگھارتے رہے انہیں کہا جائے گا کہ تم تو کہتے تھے کہ قیامت وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ بتاؤ ہمارے رسول کی بات سچی ثابت ہوئی یا نہ ہوئی۔ ہر ایک کا نامہ عمل اس کے سامنے پیش کیا جائے گا مجرموں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گی۔ شدتِ خوف سے ان کے دل دھڑک رہے ہوں گے۔ چہروں کا رنگ فق ہو گا اور حسرت وندامت کے باعث یوں گویا ہوں گے۔"[3]

علامہ غلام رسول سعیدیؒ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں "الکتاب" کا لفظ ہے۔ مقاتل نے کہا اس سے مراد ہے بندوں کے ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ کعب اخبار نے کہا جب قیامت کا دن ہو گا تو لوح محفوظ کو بلند کیا جائے گا اور مخلوق میں سے ہر شخص اپنے عمل کو دیکھ لے گا۔ امام رازی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن ہر انسان کے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا... اور اس دن کفار

---

1 Al-Kahf: 49.

2 Usmani, Muhammad Shafi, Mufti, Ma‘arif al-Qur’an. (Karachi: Maktabah Ma‘arif al-Qur’an, s n), vol. 5, p 596 –597.

3 Al-Azhari, Muhammad Karam Shah, Pir, Ziya’ al-Qur’an. (Lahore: Ziya’ al-Qur’an Publications, 1995), vol. 3, p .33–34.

اور مشرکین اپنے برے اعمال کو دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے کہ تمام اہل محشر کے سامنے ان کے برے اعمال کھل جائیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب کا خوف بھی ہو گا اور مخلوق کے سامنے شرمندہ اور رسوا ہونے کا بھی خوف ہو گا۔ اس وقت وہ افسوس سے کہیں گے: ہائے افسوس! یہ کتاب تو نہ کسی صغیرہ گناہ کو چھوڑتی ہے نہ کبیرہ گناہ کو۔"[4]

پھر علامہ سعیدیؒ نے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تفصیل بیان کی، قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے۔

"ان تمام احادیث میں کبائر کا ثبوت ہے۔... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر اگر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل رہے گا؟" مسلمانوں نے کہا اس کے بدن پر بالکل میل نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: "پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے، ان سے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" ... ان حدیثوں میں گناہ صغیرہ پر دلالت ہے اور اس پر کہ نیک کام کرنے سے صغائر معاف ہو جاتے ہیں۔"[5]

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ نے اعمال کے وزن اور جزا و سزا کے معاملے کو حقیقت پسندانہ اور نقلی انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے اعمال کی تجسیم (یعنی برے اعمال کا آگ اور سانپ بچھو بننا) کو بلا تاویل تسلیم کیا اور امام کشمیریؒ کے حوالے سے اسے تقویت دی۔ یہ اسلوب اثری اور عقلی دونوں پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تخیّلی اور وارداتی منہج اختیار کیا۔ انہوں نے قیامت کے منظر کو آنکھوں دیکھا انداز میں پیش کر کے قاری کو خود اس منظر کا حصہ بنا دیا۔ "دل کا دھڑکنا"، "چہرے کا رنگ فق ہونا" اور منکرین سے براہِ راست مکالمہ یہ سب اسلوب کی جذباتی اور نفسیاتی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

تبیان القرآن میں علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے تحقیقی اور نقلی منہج کو ترجیح دی۔ انہوں نے مختلف مفسرین (مقاتل، کعب الاخبار، امام رازی) کے اقوال نقل کر کے موضوع کی جامعیت قائم کی، پھر گناہ صغیرہ و کبیرہ کی تفصیل بیان کر کے فقہی پہلو کو اجاگر کیا۔ یہ اسلوب علمی اور تجزیاتی نوعیت کا ہے، جس میں قاری کو دلائل کے ساتھ موضوع پر مکمل آگہی دی جاتی ہے۔

---

[4] Sa'idi, Ghulam Rasul, Allamah, Tibyan al-Qur'an. (Lahore: Farid Book Stall, 2005), vol. 7, p 120 –123.

[5] Ibid., 120 –123.

عرض یہ کہ تینوں تفاسیر نے ایک ہی آیت کی تفسیر میں مختلف مناہج اختیار کیے: معارف القرآن نے اثری، حقیقت پسندانہ، تجسیم اعمال پر زور دیا۔ ضیاء القرآن ادبی، تخیّلی، جذباتی و نفسیاتی اثر جبکہ تبیان القرآن تحقیقی، نقلی، فقہی و تجزیاتی پر۔ یہ تینوں اسلوب اپنی جگہ معتبر اور مفید ہیں، اور قارئین کے مختلف مزاجوں کو مخاطب کرتے ہیں۔

آخرت کے دن اعمال کا وزن:

قرآن کریم میں اخبارِ مستقبل کی ایک اہم مثال سورۃ الانبیاء کی وہ آیت ہے جس میں بتایا گیا کہ قیامت کے روز ہم عدل کے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی پر ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا۔ علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں قرآن و حدیث کی روشنی میں میزان کی حقیقت، اعمال کے وزن کی نوعیت، اور اس کے فلسفے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سورۃ الانبیاء کی آیت "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ"[6] اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن نہایت عدل و انصاف کے ساتھ ہو گا۔ کوئی عمل خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، وہ بھی اللہ کی میزان میں پیش ہو گا اور اس کا پورا حساب لیا جائے گا۔

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"میزان کی جمع ہے جو ترازو کے معنے میں آتا ہے اس جگہ میزان کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے بعض حضرات مفسرین نے یہ قرار دیا ہے کہ وزن اعمال کے لئے بہت سی میزانیں استعمال کی جائیں گی خواہ ہر شخص کے لئے الگ الگ میزان ہو یا خاص خاص اعمال کے لئے الگ الگ میزانیں ہوں مگر جمہوری علماء اس پر متفق ہیں کہ میزان ایک ہی ہو گی ۔ قیامت میں تین مقام تو ایسے ہوں گے کہ ان میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ ایک وہ وقت جب میزان عدل کے سامنے وزن اعمال کے لئے حاضر ہوں گے جب تک یہ نتیجہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا پلہ نیکیوں کا بھاری ہوا یا ہلکا رہا کسی کو کسی کی یاد نہ آوے گی اور دوسرا مقام وہ ہے جب نامہ اعمال اڑائے جاویں گے جب تک یہ متعین نہ ہو جائے کہ نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں آیا ۔۔ یا بائیں ہاتھ یا پشت کی طرف آیا ۔۔۔ اور تیسرا مقام پل صراط سے گزرنے کا وقت ہے جب تک پار نہ ہو جاویں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔۔۔ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا، یعنی یوم حساب اور میزان اعمال کے وقت انسان کے سارے چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال حاضر کئے جائیں گے تا کہ حساب اور وزن میں شامل ہوں۔"[7]

6 Al-Anbiya: 47.
7 Ma'arif al-Qur'an, vol. 6, p 189 –190.

یہ سوال اہم ہے کہ قیامت کے دن اعمال کس طرح تولے جائیں گے۔ اس پر مفسرین نے مختلف آراء دی ہیں اور روایات نے اس موضوع کو مزید واضح کیا ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فرشتوں کے لکھے ہوئے اعمال نامے تولے جائیں جیسا کہ حدیث بطاقہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عین اعمال کو وہاں جواہر مستقلہ کی شکل دے دیجائے اور ان کا وزن کیا جائے عام طور سے روایات اسی پر شاہد ہیں اور جمہور علماء نے اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔ قرآن مجید میں "وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا" وغیرہ آیات اور بہت سی روایات حدیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔"[8]

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ضیاء القرآن لکھتے ہیں:

"اعمال کے وزن سے کیا مراد ہے؟ میزان کی شکل و صورت کیسی ہوگی؟ کس چیز کا وزن کیا جائے گا؟ اعمال کا یا صحائف کا جن میں اعمال مرقوم ہوں گے؟ ان سوالات کے متعلق کتب تفسیری میں لمبی چوڑی بحثیں کی گئی ہیں۔ فرقہ معتزلہ کی رائے یہ ہے کہ اعمال اعراض ہیں، ان کے مادی اور محسوس اجسام نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا وزن کیا جانا ناممکن ہے۔... اس لیے وزن اعمال کا جہاں جہاں ذکر ہوا ہے معتزلہ کے نزدیک اس کا مطلب عدل وانصاف سے فیصلہ کرنا ہے۔ لیکن علماء اہل سنت والجماعت نے ان کی اس رائے کو غلط اور فاسد قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اس طرح تاویلات کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر ہر چیز میں تاویل ہو سکتی ہے... حالانکہ سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین نے اس قسم کی تاویلات کو ہرگز اختیار نہیں کیا۔"[9]

مزید بیان فرماتے ہیں:

نیز اعمال کے تولنے کی غرض و نامی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے... بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ حقائق جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود ہیں ان کو آشکارا کر دیا جائے اور ہر خاص و عام کو اپنے اعمال کی حقیقت پر لا کر دیا جائے۔... ان امور کو صحیح طور پر سمجھنے کا یہی محفوظ طریقہ ہے کہ جتنا کچھ اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے صدق دل سے اس پر ایمان لے آئیں اور اس کی تفصیلات میں جانے کی کوشش نہ کریں۔ قرآن نے بتایا کہ اعمال کا وزن ہوگا اور اس کے لیے ترازو رکھا جائے گا، اور سنت صحیحہ نے بتایا کہ اس میزان کے دو پلڑے ہوں گے ہم اس پر بے چون وچرا ایمان لے آئیں۔ اگر انسانی عقل نے آج حرارت اور روشنی کے درجات کو ناپنے، ہوا اور پانی کے دباؤ کا اندازہ کرنے کے لیے مقیاس اور آلات ایجاد

8 Ibid.

9 Ziya' al-Qur'an, vol. 3, p 170 –171

کر لیے ہیں تو اس قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کیا بعید ہے کہ وہ ایسا ترازو پیدا فرمادے جس میں اعمال نیک و بد کو تولا جا سکے۔"[10]

علامہ غلام رسول سعیدیؒ تبیان القرآن لکھتے ہیں:

"میزان کے دو پلڑے ہیں اور ایک زبان ہے، اس میں نیکیوں اور برائیوں کو وزن کیا جائے گا۔ نیکیوں کو حسین صورتوں میں متشکل کرکے میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ پلڑا بھاری ہو جائے گا... اور ایک شخص کے گناہوں کو بری شکل میں متشکل کرکے میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔"[11]

میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں بارے علامہ سعیدیؒ رقمطراز ہیں:

"میزان میں وزن کرنے کی حکمتیں: وزن اس لیے کیا جائے گا کہ اس شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جارہا، اس کے اعمال کے مطابق اس کو جزادی جارہی ہے... اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے اس کو یہ معلوم ہو کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے... اور اگر اعمال کا وزن کیے بغیر کسی کو سزادی جاتی تو لوگ سمجھتے کہ اس پر ظلم ہو رہا ہے- سو اللہ تعالیٰ اپنے عدل کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے اعمال کا وزن کرائے گا۔"[12]

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ نے میزان کے موضوع پر نقلی اور استدلالی منہج اختیار کیا۔ انہوں نے "موازین" کے جمع صیغے کی حکمت بیان کی، جمہور کے موقف کو پیش کیا، اور حضرت سلمان کی حدیث سے میزان کی وسعت کو واضح کیا۔ اعمال کے وزن کے حوالے سے انہوں نے دونوں احتمالات (صحائف کا وزن یا عین اعمال کا وزن) کو ذکر کر کے علمی دیانت دکھائی، البتہ جمہور کے رجحان کو ترجیح دی۔

ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے مناظرانہ اور دفاعی منہج اپنایا۔ انہوں نے پہلے معتزلہ کے نظریے کو تفصیل سے نقل کیا، پھر اسے رد کیا۔ ان کا خاصہ "تفویض" کا اصول ہے- کہ ان امور کی تفصیلات میں نہ پڑیں بلکہ ایمان لائیں۔ تاہم انہوں نے جدید سائنسی ترقی (حرارت، روشنی، ہوا، پانی کے دباؤ کے آلات) کو بطور عقلی دلیل پیش کرکے یہ ثابت کیا کہ اللہ کی قدرت کے لیے اعمال کا ترازو بنانا کچھ بعید نہیں۔

تبیان القرآن میں علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے نقلی تفصیلی منہج اپنایا۔ انہوں نے حدیث بطاقہ کو تفصیل سے نقل کیا، میزان کے دو پلڑوں کی وضاحت کی، اور اعمال کے تمثل (حسین و بری صورتوں میں ڈھلنے) کا نظریہ پیش کیا۔ سب سے

---

[10] Ziya' al-Qur'an, vol. 3, p 170 –171.
[11] Tibyan al-Qur'an, vol. 7, p 592.
[12] Ibid, 593.

نمایاں بات یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو تین طبقات (متقین، مخلطین، کفار) میں تقسیم کر کے میزان کے عمل کو واضح کیا، اور حضرت عمر کے قول کے ذریعے "دنیا میں محاسبہ" کی تلقین کی ۔جس سے یہ تفسیر عملی اور تربیتی پہلو میں منفرد ہو گئی۔

خلاصہ یہ کہ تینوں تفاسیر نے اس آیت کی تفسیر میں درج ذیل مناہج اختیار کیے: معارف القرآن نے نقلی، جمہوری، استدلالی ،ضیاء القرآن نے مناظرانہ، دفاعی، تفویضی، عقلی (معتزلہ کے رد اور ایمان بالغیب پر زور) جبکہ تبیان القرآن تفصیلی نقلی، تجزیاتی، فقہی، تربیتی اختیار کیا گیا۔

تینوں مفسرین کا مشترکہ نکتہ یہ ہے کہ وہ میزان اور اعمال کے وزن کو حقیقت مانتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

قیامت کے دن اللہ کی کبریائی اور صور کے نفخہ کا منظر:

قرآن کریم میں اخبارِ مستقبل کی ایک ہیبت ناک مثال سورۃ الزمر کی وہ آیت ہے جس میں بتایا گیا کہ لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنی چاہیے تھی، حالانکہ قیامت کے روز پوری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ --- "[13] یہ آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ قیامت کا دن اس کی قدرت کا مکمل مظہر ہو گا۔

مفتی شفیعؒ لکھتے ہیں:

"قیامت کے روز زمین کا اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہونا اور آسمانوں کا لپیٹ کر اس کے داہنے ہاتھ میں ہونا اسلاف متقدمین کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں میں ہیں۔ مگر مضمون آیت تشابہات میں سے ہے جس کی حقیقت بجز خدائے تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ عام لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش بھی ممنوع ہے بس اس پر ایمان لانا ہے کہ جو کچھ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد ہے وہ حق اور صحیح ہے۔"[14]

مزید بیان فرماتے ہیں:

"قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے تمام آسمان اور زمین کے ہوش اڑ جائیں گے۔ زندگان مر جائیں گے اور مردوں کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی، سوائے جسے اللہ چاہے۔ دوبارہ صور پھونکنے پر سب اپنے ارواح کے ساتھ

13 Al-Zumar: 67–68.

14 Ma'arif al-Qur'an, vol. 7, p 573.

ابد ان سے جڑ کر قبروں سے نکلیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔ زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو گی اور ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"[15]

مزید لکھتے ہیں:

" صعق کا مطلب بے ہوش ہونا ہے۔ ابتدا میں سب بے ہوش ہوں گے اور مردے مر جائیں گے، مگر جسے اللہ چاہے وہ محفوظ رہے گا۔۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: منثور کے مطابق چار فرشتے (جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، ملک الموت) اور بعض روایات میں حملۃ العرش شامل ہیں۔ ان پر نفخ صور کا اثر ابتدائی طور پر نہیں ہو گا، مگر بعد میں موت آجائے گی۔"[16]

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان بیان کی جارہی ہے کہ قیامت کے دن زمین اپنی وسعتوں، فلک بوس پہاڑوں، بیکراں سمندروں سمیت ایک چھوٹی سی گیند کی طرح اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہو گی اور ساتوں آسمان لپیٹ کر وہ اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے: قال قال رسول اللہ ﷺ "يَقْبِضُ اللهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟"(کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے دستِ قدرت میں لے گا اور آسمان کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں، پھر فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟)"[17]

علامہ سعیدیؒ بیان فرماتے ہیں:

"قرآن مجید میں جو مٹھی اور دائیں ہاتھ کا اور حدیث میں انگلیوں کا ذکر ہے، اس سے مراد ہماری طرح اعضاء نہیں ہیں۔ ہمیں ان الفاظ پر ایمان رکھنا چاہیے اور ان الفاظ سے کیا مراد ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہی سلف صالحین کا مسلک ہے۔" مٹھی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور سب چیزیں اس کی قدرت میں ہیں۔ کیونکہ جب لوگ کسی چیز پر اپنی ملکیت اور قدرت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: فلاں چیز تو میری مٹھی میں ہے۔"[18]

مٹھی، دائیں ہاتھ اور انگلیوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ملکیت ہے۔

علامہ سعیدیؒ خلاصہ فرماتے ہیں:

---

15 Ibid., 575–576.
16 Ibid.
17 Ziya' al-Qur'an, vol. 4, p 282.
18 Tibyan al-Qur'an, vol. 10, p 295.

" صحابہ کرام، فقہاء تابعین، ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ آنکھیں، چہرہ، ہاتھ، پنڈلی اور ایسی دوسری صفات کا جو قرآن اور حدیث میں ذکر ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ وہ جسمانی اعضاء سے پاک اور منزہ ہے اور مخلوق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ نہ ان صفات کی نفی کرنا جائز ہے اور نہ ان کی کوئی تاویل کرنا جائز ہے۔"[19]

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کو متشابہات قرار دیتے ہوئے "تفویض" والا مسلک اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک اسلاف کے نزدیک یہ حقیقی معنی میں ہے مگر حقیقت اللہ ہی جانتا ہے، جبکہ متاخرین نے اسے تمثیل و مجاز سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ عام لوگوں کو حقیقت کی بحث میں پڑنے سے منع کرتے ہیں اور صرف ایمان لانے پر اکتفا کرنے کو کہتے ہیں۔

ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اس آیت کو تصویری اور وارداتی انداز میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے بغیر کسی تاویل یا تشبیہی بحث کے، براہِ راست حدیث کے ساتھ منظر کشی کی ہے کہ زمین ایک چھوٹی سی گیند کی طرح اللہ کی مٹھی میں ہوگی، اور پھر اللہ کا اعلان: "میں ہوں بادشاہ، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟" یہ اسلوب قاری کے دل میں اللہ کی عظمت اور دنیوی طاقتوں کی بے حیثیتی کو بڑے مؤثر طریقے سے بٹھا دیتا ہے۔

تبیان القرآن میں علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے توازن اور جامعیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک طرف امام رازی کے حوالے سے "تفویض" کا قول نقل کیا کہ ہم ان الفاظ پر ایمان رکھیں اور مراد کو اللہ کے سپرد کریں، دوسری طرف سلف صالحین کا مسلک "اثبات بلا کیف" کو بطور خلاصہ پیش کیا کہ یہ صفات اللہ کی حقیقی صفات ہیں لیکن بے کیفیت اور بے تشبیہ۔ اس طرح انہوں نے نہ تاویل کی طرف قدم بڑھایا اور نہ تشبیہ کی طرف، بلکہ اعتدال پسند موقف اختیار کیا۔

علم غیب اور اللہ کی قدرت:

قرآن کریم میں اخبارِ مستقبل کی ایک نہایت اہم اور جامع مثال سورۃ لقمان کی وہ آیت ہے جس میں پانچ ایسے غیبی امور بیان کیے گئے ہیں جن کا علم کامل اور محیط صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں: قیامت کا وقت، بارش کا نزول، رحم میں جو کچھ ہے اس کا علم، کل انسان کیا کمائے گا، اور کس زمین میں مرے گا۔ یہ آیت مشرکین، کاہنوں اور نجومیوں کے اس دعوے کی تردید کرتی ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں۔

---

[19] Ibid, 296.

اس سلسلے میں سورۃ لقمان کی آیت:"اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۔"[20] میں نہایت وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم غیب کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

"اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا (کہ کس سال کس تاریخ میں آئے گی) اور وہی بارش کو اتارتا ہے اور وہی جانتا ہے جو شکم مادر میں ہے (کہ لڑکی ہے یا لڑکا اور کس شکل و صورت کا ہے) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کمائے گا (یعنی خیر و شر میں سے کیا حاصل کرے گا) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کا حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا ایک خاص اہتمام کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے، جس کا ظاہری تقاضا یہ تھا کہ ایک ہی عنوان سے پانچ چیزوں کو شمار کر کے کہہ دیا جاتا کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو ان کا علم نہیں دیا گیا۔ مگر آیت مذکورہ میں ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ابتدائی تین چیزوں کے علم کو تو مثبت طور پر اللہ کے لئے خاص ہونے کا ذکر فرمایا اور دو چیزوں میں غیر اللہ سے علم کی نفی فرمائی۔ اور پہلی تین چیزوں میں بھی علم ساعت یعنی قیامت کا ذکر تو اس طرح فرمایا کہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ، یعنی اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا۔"[21]

مفسر ضیاء القرآن لکھتے ہیں:

"یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی انہیں خود بخود نہیں جان سکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز خود بخود جانتا ہے، اس نے قرآن کریم کا انکار کیا۔ انبیاء ان امورِ غیبیہ میں سے بہت کچھ جانتے ہیں، لیکن یہ علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے سے ہے۔ اس آیت سے مراد انبیاء کے علوم کی نفی نہیں بلکہ کاہنوں، نجومیوں اور جو لوگ بارش کے نزول کو مخصوص ستاروں کے طلوع و غروب سے وابستہ سمجھتے ہیں، ان کی تردید ہے۔"[22]

مزید بیان کرتے ہیں:

"علمِ غیب ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء کو علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطورِ معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔ یہ اس اختصاص کے منافی نہیں۔... بارش کا وقت، حمل میں کیا ہے، کل کو کیا کرے گا اور کہاں مرے گا، ان امور

20 Luqman: 34.
21 Ma‘arif al-Qur’an, vol. 7, p 52–53.
22 Ziya’ al-Qur’an, vol. 3, p 660.

کی خبریں بکثرت اولیاء وانبیاء نے دی ہیں اور قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔... تو آیت کے معنی عطائی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا یہ محض باطل اور آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ امید ہے کہ ان تفصیلات سے اہل سنت کے متعلق طرح طرح کی جو غلط فہمیاں پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے، بفضلہ تعالیٰ ان کا ازالہ ہو جائے گا۔"[23]

علامہ سعیدیؒ لکھتے ہیں:

"ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ہر غیب کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ پہلا جواب: مشرکین ان پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے، اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ دوسرا جواب: مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے، اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔"[24]

علم غیب بارے آگے تحریر کرتے ہیں:

وہ غیوب جن پر انبیاء، اولیاء اور ملائکہ مطلع ہوسکتے ہیں -بشر طیکہ اللہ تعالیٰ انہیں تعلیم دے۔ انبیاء اور اولیاء کا غیب کی خبریں دیناوحی، الہام اور کشف کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے۔ مثال: ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے، انہوں نے کہا: "میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے۔ اگر بالفرض شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔" وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی۔ نیز میرے شیخ نے ایک سال پہلے اپنی موت کا وقت بتادیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر فوت ہوئے۔"[25]

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کی تفسیر میں "عطائی علم" کا تصور پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ کے بتائے کوئی ان پانچ چیزوں کو نہیں جان سکتا، لیکن اللہ جسے چاہے (انبیاء و اولیاء کو) سکھا دے، وہ جان سکتے ہیں۔ یہ موقف اہل سنت کا ہے اور معتزلہ وغیرہ کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا ہے۔

ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اختصار اور وضاحت کو پیش نظر رکھا۔ انہوں نے ابن کثیر اور قرطبی کے اقوال نقل کرکے ثابت کیا کہ یہ پانچ چیزیں "غیب کی کنجیاں" ہیں۔ ان کا خاصہ یہ ہے کہ انہوں نے "خود بخود" اور "تعلیم سے" جاننے میں صریح فرق کیا ہے۔

---

23 Ibid, 661.
24 Tibyan al-Qur'an, vol. 9, p 295.
25 Ibid.

تبیان القرآن میں علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے تحقیقی اور تفصیلی منہج اپنایا۔ انہوں نے: شان نزول کو تفصیل سے بیان کیا۔ تخصیص کی دو وجوہات ذکر کیں ۔ علم غیب کی دو واضح اقسام بیان کیں (ذاتی مختص اور عطائی تعلیمی) اولیاء کے کشف کی عملی مثالیں دیں (ابو العزم اصفہانی اور اپنے شیخ کا واقعہ) کاہن کی تصدیق کو کفر قرار دینے والی حدیث نقل کی۔

تینوں کا مشترکہ نکتہ یہ ہے کہ وہ ان پانچ چیزوں کے علم کو ذاتی طور پر صرف اللہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، اور انبیاء و اولیاء کو یہ علم عطائی طور پر (وحی، الہام، کشف کے ذریعے) حاصل ہو سکتا ہے۔ تبیان القرآن اس حوالے سے سب سے زیادہ تفصیلی اور مثالوں سے مزین ہے۔

خلاصہ:

روز آخرت سے متعلق قرآنی پیشین گوئیاں عقیدۂ ایمان کا محور ہیں۔ ان آیات کی تفسیر میں تین مشہور اردو تفاسیر معارف القرآن (مفتی محمد شفیع عثمانیؒ)، ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)، اور تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدیؒ) نے اپنے منفرد اسالیب اپنائے ہیں۔ ان تینوں کے تقابلی مطالعے سے روزِ قیامت کے مناظر، اعمال نامے، میزان، صفاتِ باری، اور علم غیب کی تشریح میں اعتدال، علمی دیانت، اور فکری بصیرت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔ ذیل میں چار اہم موضوعات پر ان تینوں تفاسیر کے مناہج کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

1) اعمال نامے کی پیشکش اور جزا و سزا کی حقیقت:

معارف القرآن نے اعمال کی تجسیم (برے اعمال کا آگ اور سانپ بچھو بننا) کو بلا تاویل تسلیم کیا اور امام کشمیریؒ کے حوالے سے اسے تقویت دی۔ ضیاء القرآن نے تخیّلی اور وارداتی منہج اختیار کرتے ہوئے قیامت کے منظر کو آنکھوں دیکھا انداز میں پیش کیا "دل دھڑک رہے ہوں گے"، "چہرے کا رنگ فق ہو گا" تاکہ قاری خود اس منظر کا حصہ بن جائے۔ تبیان القرآن نے تحقیقی اور نقلی منہج کو ترجیح دیتے ہوئے مقاتل، کعب الاخبار اور امام رازی کے اقوال نقل کیے، پھر گناہ صغیرہ و کبیرہ کی تفصیل بیان کر کے فقہی پہلو اجاگر کیا۔ تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال نامے میں ہر چھوٹا بڑا عمل محفوظ ہو گا اور مجرم اپنے کیے پر نادم ہوں گے۔

2) میزان (اعمال کا وزن) اور عدلِ الٰہی:

معارف القرآن نے "موازین" کے جمع صیغے کی حکمت بیان کی، جمہور کے موقف (ایک ہی میزان) کو پیش کیا، اور حضرت سلمان کی حدیث سے میزان کی وسعت واضح کی۔ انہوں نے اعمال کے وزن کے دو احتمالات (صحائف کا وزن یا عین اعمال کا وزن) ذکر کر کے علمی دیانت دکھائی۔ ضیاء القرآن نے مناظرانہ اور دفاعی منہج اپناتے ہوئے پہلے معتزلہ کے نظریے کو تفصیل سے نقل کیا، پھر اسے رد کیا اور "تفویض" کے اصول پر زور دیا؛ نیز جدید سائنسی آلات (حرارت، روشنی، ہوا کے دباؤ

کے پیمانے) کو عقلی دلیل کے طور پر پیش کیا کہ اللہ کی قدرت کے لیے اعمال کا ترازو بنانا کچھ بعید نہیں۔ تبیان القرآن نے نقلی تفصیلی منہج اپناتے ہوئے حدیث بطاقہ نقل کی، اعمال کے "تمثّل" (حسین و بری صورتوں میں ڈھلنے) کا نظریہ پیش کیا، اور لوگوں کو تین طبقات (متقین، مخلطین، کفار) میں تقسیم کر کے میزان کے عمل کو واضح کیا۔ تینوں کا مشترک نکتہ یہ ہے کہ میزان اور اعمال کا وزن حقیقت ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

3) اللہ کی کبریائی اور صور کا نفخہ:

معارف القرآن نے اس آیت کو متشابہات قرار دیتے ہوئے "تفویض" والا مسلک اختیار کیا —اسلاف کے نزدیک یہ حقیقی معنی میں ہے مگر حقیقت اللہ ہی جانتا ہے، اور عام لوگوں کو حقیقت کی بحث میں پڑنے سے منع کیا۔ ضیاء القرآن نے تصویری اور وارداتی انداز میں براہِ راست حدیث کے ساتھ منظر کشی کی: "زمین ایک چھوٹی سی گیند کی طرح اللہ کی مٹھی میں ہو گی"، پھر اللہ کا اعلان: "میں ہوں بادشاہ، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟" — یہ اسلوب قاری کے دل میں اللہ کی عظمت اور دنیوی طاقتوں کی بے حیثیتی کو بٹھا دیتا ہے۔ تبیان القرآن نے توازن اور جامعیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک طرف امام رازی کے حوالے سے تفویض نقل کیا، دوسری طرف سلف صالحین کا مسلک "اثبات بلا کیف" پیش کیا نہ تاویل کی طرف قدم بڑھایا، نہ تشبیہ کی طرف۔ تینوں نے متشابہ صفات کو بے کیف اور بے تشبیہ مانتے ہوئے ایمان بالغیب کو ضروری قرار دیا۔

4) علم غیب اور پانچ کنجیاں (سورۃ لقمان):

معارف القرآن نے "عطائی علم" کا تصور پیش کیا: بغیر اللہ کے بتائے کوئی ان پانچ چیزوں کو نہیں جان سکتا، لیکن اللہ جسے چاہے (انبیاء و اولیاء کو) سکھا دے، وہ جان سکتے ہیں۔ ضیاء القرآن نے اختصار اور وضاحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے "خود بخود" اور "تعلیم سے" جاننے میں صریح فرق کیا، اور ابن کثیر و قرطبی کے اقوال نقل کیے۔ تبیان القرآن نے تحقیقی اور تفصیلی منہج اپناتے ہوئے شان نزول، تخصیص کی دو وجوہات، علم غیب کی دو واضح اقسام (ذاتی مختص اور عطائی تعلیمی) بیان کیں، اور اولیاء کے کشف کی عملی مثالیں (ابوالعزم اصفہانی اور اپنے شیخ کا واقعہ) پیش کیں۔ تینوں اس پر متفق ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ کو ہے، لیکن انبیاء و اولیاء وحی، الہام اور کشف کے ذریعے یہ علم عطائی طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔

ان تینوں تفاسیر میں روزِ آخرت کے عقائد کی تشریح کے مختلف زاویے ملتے ہیں۔ معارف القرآن کا اسلوب اثری، فقہی اور حقیقت پسندانہ ہے، جو اعمال کی تجسیم اور جمہور کے اقوال کو بلا تاویل پیش کرتا ہے اور متشابہات میں تفویض کو ترجیح دیتا ہے۔ ضیاء القرآن کا اسلوب ادبی، تصویری اور نفسیاتی ہے، جو قاری کو براہِ راست منظر میں شامل کر کے جذباتی اثر پیدا کرتا ہے، جدید شبہات کا عقلی اور سائنسی دلائل سے دفاع کرتا ہے، اور تصوف کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ تبیان القرآن کا اسلوب

تحقیقی، نقلی اور تجزیاتی ہے، جو اقوالِ سلف، احادیث اور آثار کو بڑی تعداد میں نقل کرتا ہے، اعمال کے تمثل اور طبقاتی تقسیم جیسی تفصیلات پیش کرتا ہے، اور عملی تربیت (دنیا میں محاسبہ) پر زور دیتا ہے۔

تینوں تفاسیر اہل سنت والجماعت کے مسلمہ عقائد پر قائم ہیں اور روزِ آخرت کی ہر خبر کو حق اور یقینی مانتی ہیں۔ ان کے اسالیب میں فرق قاری کے مختلف مزاجوں اور ضروریات کو پورا کرتا ہے: جو شخص فقہی اور حدیثی اعتبار سے محتاط مطالعہ چاہے وہ معارف القرآن کا رخ کرے، جو شخص جذباتی اثر اور روحانی کیفیت تلاش کرے وہ ضیاء القرآن سے استفادہ کرے، اور جو شخص نقلی مواد کی فراوانی اور تحقیقی جامعیت کے ساتھ موضوع کو سمجھنا چاہے وہ تبیان القرآن کا مطالعہ کرے۔ یہ تینوں مل کر قرآن کی ان غیبی پیشین گوئیوں کی تعبیر میں علمی دیانت، اعتدال اور فکری بصیرت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔